حضرت مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

ایک دیانت دار منتظم.. باکمال مدرس.. عظیم الشان مربی

مفتی عبدالرؤف غزنوی
سابق استاذ: دارالعلوم دیوبند، انڈیا
حال استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(دوسری اور آخری قسط)

آپؒ کی شجاعت و بلند ہمتی اور دارالعلوم کی حفاظت کے لیے بے مثال قربانی

حضرت الاستاذ مولانا معراج الحق صاحب توکل علی اللہ اور بلند ہمتی و بہادری میں اپنی مثال آپ تھے، آپ نے دارالعلوم کی حفاظت اور اس کے مقام و وقار کو بچانے کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا، ان کی بلند ہمتی اور دارالعلوم کے لیے قربانی کا ایک سبق آموز واقعہ درج کیا جارہا ہے:

''بروز بدھ بتاریخ ۱۵/ربیع الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۱/دسمبر ۱۹۸۳ء تقریباً بارہ افراد پر مشتمل ایک شرپسند ٹولے (جن کا اپنی شرارتوں کی وجہ سے دارالعلوم سے اخراج ہوگیا تھا) نے دارالعلوم پر قبضہ کرنے کے لیے ظہر کی نماز کے بعد مسلح حملہ کردیا، اور جنوبی دروازہ سے جو معراج گیٹ کے نام سے پہچانا جاتا ہے ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے داخل ہوگئے اور پورے دارالعلوم میں بکھر گئے، جس سے سخت خوف و ہراس پھیل گیا، اس موقع پر حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ جن کی عمر اُس وقت تقریباً ۷۴ سال تھی اپنے کمرے میں موجود تھے، انہوں نے نہ تو اپنا کمرہ بند کیا اور نہ ہی کسی خوف و ہراس میں مبتلا ہوئے، بلکہ صرف اپنی چھڑی کے ساتھ اس شرپسند مسلح جماعت کے مقابلہ کے لیے باہر نکلے، اور اتفاق سے شرپسندوں کا سرغنہ ان کے سامنے آیا جس کے ہاتھ میں فائرنگ کے لیے تیار پستول موجود تھا، حضرت مولانا معراج الحق صاحب نے بلاخوف وخطر اپنی چھڑی سے اس پر وار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا: ''اے مفسد! ان شاء اللہ! تم ناکام وتباہ ہوجاؤ گے۔'' وہ خوف زدہ ہوکر بھاگنے لگا، دوسری طرف سے

حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب فرزند شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قُدِّس سرُّ ہٗ اپنی لائسنس یافتہ بندوق کے ساتھ شرپسندوں کے مقابلہ کے لیے دارالعلوم میں داخل ہوئے اور جناب مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی استاذ و مدیر ماہنامہ دارالعلوم اور طلبۂ دارالعلوم کے ساتھ مل کر اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ راقم الحروف دارالعلوم کی مسجد میں امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ تازہ تازہ تدریس کی خدمت پر بھی مامور ہوگیا تھا، وہ بھی بتوفیق اللہ خاموش نہیں رہا، بلکہ اپنے کمرہ نمبر:١١ ''احاطۂ باغ'' سے بلّم کے ساتھ شرپسندوں کے مقابلہ کے لیے نکلا اور ایک شرپسند کو طلبہ کی مدد سے گرایا بھی اور بعد میں مشتعل طلبہ سے اس کی جان بھی بچائی۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا معراج الحق صاحب اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب جیسے اللہ والوں کی عالی ہمتی وقربانی کی برکت سے طلبہ اور ہم جیسے بے دست و پا اور کم ہمت لوگوں میں بھی ہمت پیدا کردی اور وہ ٹولہ ذلیل ورسوا ہوکر پسپا ہوا۔''

اپنی ذاتی مصلحتوں کو دارالعلوم کی مصلحتوں پر قربان کرنا

حضرت مولانا معراج الحق صاحب دارالعلوم کے اصول وقواعد کے بے حد پابند تھے، وہ نہ تو اصول وقواعد کے برخلاف کسی رعایت ودرگزر کو درست سمجھتے اور نہ ہی قانون ونظام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ سخت گیری وجواب طلبی کا معاملہ کرتے ہوئے ہچکچاتے یا ان کے ردِعمل سے گھبراتے۔ اور اس حقیقت کو تقریباً ہر شخص جانتا ہے کہ ایک اصول پسند شخص کو آج کل کے سہولت پسند معاشرہ اور راحت طلب دور میں اگر مبغوض نہ سمجھا جائے تو زیادہ محبوب ومقبول بھی نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت مولانا معراج الحق صاحب بھی اس حقیقت سے بخوبی واقف اور اس صورت حال سے آگاہ تھے کہ وہ اصول پسندی کی وجہ سے اکثر متعلقہ افراد کی ناپسندی اور طعنہ زنی کا نشانہ بن سکتے ہیں، لیکن انہوں نے اس کے باوجود یہ طے کیا تھا کہ وہ دارالعلوم کے اصول وضوابط پر کسی سے سمجھوتہ نہیں کریں گے اور نہ ہی اپنی ذاتی مصلحتوں کو دارالعلوم کی مصلحتوں پر ترجیح دیں گے۔

چنانچہ آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک دارالعلوم کے اصول وضوابط پر کاربند رہے اور یکسوئی اور پوری توجہ کے ساتھ دارالعلوم اور طلبۂ دارالعلوم کی خدمت کو ترجیح دیتے ہوئے پوری زندگی تجرُّد کے ساتھ گزار کر ان علمائے کرام کی فہرست میں شامل ہوگئے جنہوں نے اپنی زندگیاں اور صلاحیتیں علمِ دین اور طلبۂ علم کی خدمت کے لیے وقف کرکے عفت وپاکدامنی کے ساتھ غیر ازدواجی زندگیوں کو اپنایا اور اپنے آپ کو بال بچوں اور اپنی نسل کی بقاء سے محروم رکھا۔

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ سے خصوصی تعلق اوران کا ایک واقعہ

حضرت مولانا معراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کے مایۂ ناز اساتذہ ومشائخ جیسے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ اور جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے پڑھ کر خوب فیض حاصل کیا اور سب سے عقیدت وتعلق رہا، اور بالخصوص شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے خصوصی فیض وتربیت حاصل کی اوران کا شمار حضرت شیخ الادب کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا تھا۔ حضرت مولانا معراج الحق صاحب اپنے تمام اساتذۂ کرام اور بالخصوص حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کے سبق آموز واقعات سنایا کرتے تھے، ان واقعات میں سے صرف ایک ہی عبرت آموز واقعہ بطورِ نمونہ پیش کیا جارہا ہے:

''شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کی تعلیمی وتربیتی نگرانی کے لیے مغرب وعشاء کے بعد دارالعلوم میں احاطۂ مسجد کے اندر جنوبی سمت میں واقع ایک کمرہ میں تشریف فرما ہوتے اور وقفہ وقفہ سے احاطۂ دارالعلوم میں گشت فرماتے، تاکہ طلبہ تکرار ومطالعہ میں مصروف اور لایعنی مصروفیات سے محفوظ رہیں، اسی دوران حضرت کا کھانا ان کے گھر سے جو دارالعلوم سے ذرا فاصلے پر واقع تھا آجاتا اور مذکورہ کمرے میں رکھ دیا جاتا اور بوقتِ فرصت حضرت اپنا کھانا تناول فرماتے۔ ایک چھوٹے سے ڈبے میں موجود ان کا سالن سردیوں میں اکثر جم جاتا اور جب کھانے کا وقت آتا تو ہم خدام حضرت سے اجازت طلب کرتے کہ ہم سالن کا ڈبہ لے کر دارالعلوم کے مطبخ میں گرم کرکے لاتے ہیں، تاکہ قابلِ استعمال بن سکے، حضرت یہ کہہ کر انکار فرماتے کہ دارالعلوم کا مطبخ طلبہ کے لیے بنا ہے، اساتذہ کے لیے نہیں، اس پر ہم عرض کرتے کہ حضرت! ہم آپ کے سالن گرم کرنے کے لیے مستقل آگ نہیں جلائیں گے، بلکہ پہلے سے جلی ہوئی آگ کے کنارہ میں تھوڑی دیر کے لیے رکھ کر واپس لاتے ہیں، حضرت ہمارے اس اصرار کے باوجود انکار فرماتے اور روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر جمے ہوئے سالن میں اس کا جمود ختم کرنے کے لیے گھماتے اور پھر اس ٹھنڈے سالن کو روٹی کے ساتھ تناول فرماتے۔''

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت شیخ الادبؒ کے مندرجہ بالا واقعہ سے ملتے جلتے اپنے اکابرین کے دیگر بھی بے شمار ایسے واقعات ہیں! اللہ تعالیٰ ہمیں اوران اکابرین کے تمام نام لیواؤں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے اوران کے واقعات سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حفظِ قرآن کی آسانی اور قوتِ حافظہ کے لیے ایک مسنون عمل کی وصیت

احقر نے ابتدائی اور متوسط درجات کی تعلیم ایک ایسے ماحول میں پائی ہے جہاں حفظِ قرآن کا معمول نہیں تھا اور حفاظِ قرآن کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا، اور جب حدیث پڑھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند پہنچایا تو اس ماحول میں احقر نے دیکھا کہ طلبہ کا ایک عام معمول یہ تھا کہ سب سے پہلے حفظِ قرآن کر کے پھر درسِ نظامی کی کتابیں پڑھتے تھے، چنانچہ اسی معمول کی برکت سے صورتِ حال یہ بنی تھی کہ دارالعلوم دیوبند میں میرے دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں سے حفاظِ قرآن کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود تھی، ان ساتھیوں کو دیکھ کر میری بھی یہ تمنا ہوتی کہ کاش! میں بھی اس نعمت سے سرفراز ہوتا، لیکن دورۂ حدیث کے سال اسباق کی مصروفیات کی وجہ سے اس تمنا کو پورا کرنے کی کوئی ممکن صورت نظر نہیں آتی تھی۔

فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اپنے اساتذۂ کرام کی دعاؤں کی برکت سے دارالعلوم ہی میں مدرس کی حیثیت سے احقر کا تقرر ہوا، تدریس کے دوران میں نے محسوس کیا کہ مدرس اگر حافظِ قرآن نہ ہو تو تدریس میں اُسے دقّت پیش آتی ہے، اس لیے کہ دینی مدارس کے نصابِ تعلیم کا تعلق یا تو براہِ راست یا پھر بالواسطہ قرآن کریم سے جڑتا ہے، کیونکہ وہ تمام علوم کا سرچشمہ ہے، اور جب مدرس قرآن پاک کا حافظ نہ ہو تو تدریس میں اسے ایک قسم کی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ دورۂ حدیث کے سال اپنے حفاظ ساتھیوں کو دیکھ کر میرے دل میں حفظِ قرآن کا ولولہ پیدا ہو چکا تھا، اب تدریس میں حفظِ قرآن کے بغیر مشقت محسوس کرنے کے بعد اس ولولے میں اضافہ ہو گیا، اور دل نے چاہا کہ تدریس اور مسجدِ دارالعلوم کی امامت اور دارالاقامہ کے ایک حلقہ کی نظامت کے ساتھ ساتھ خارجی وقت میں حفظِ قرآن شروع کروں، البتہ مذکورہ بالا مصروفیات کے باوجود حفظِ قرآن میں لگنا کوئی آسان کام نہیں تھا، اس لیے اپنی عادت کے مطابق حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند (حال شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں مشورہ کرنے کے لیے ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا اور حفظِ قرآن کے لیے اپنی رغبت وارادے کا اظہار کیا۔ حضرت والا نے ہمّت افزائی فرماتے ہوئے میرے ارادے کی تائید فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے بہت عمدہ سوچا ہے، البتہ بچپن کی عمر کے بعد اور مذکورہ بالا مصروفیات کے باوجود حفظِ قرآن کے لیے ایک پختہ نظام الاوقات بنانے، مسلسل محنت اور وقت کی پابندی کی سخت ضرورت ہے۔ اگر تم مذکورہ تین شرائط کو بجالانے کے لیے تیار ہو تو میں اللہ کی توفیق سے تجھے حافظِ قرآن بنا دوں گا

اور میں ہی روزانہ تمہارا سبق اور آموختہ متعیّنہ اوقات میں سن لیا کروں گا۔

میں چونکہ حضرت والا کی خدمت میں صرف مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا، حاشیۂ خیال میں بھی یہ نہیں تھا کہ دار العلوم کے مایۂ ناز استاذِ حدیث اپنی گوناگوں علمی مصروفیات کے باوجود مجھ جیسے ناکارہ کے لیے روزانہ کی بنیاد پر وقت نکالیں گے، اس لیے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت والا! میں تو صرف مشورہ کے لیے حاضر ہوا تھا، لیکن آپ نے میرے ساتھ اتنا بڑا احسان کا معاملہ فرمایا جو میرے تصور میں بھی نہ تھا، لہٰذا میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ آپ نے جن تین شرائط کی نشاندہی فرمائی ہے، میں اللہ کی توفیق سے تینوں کی مکمل پابندی کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ: جاؤ، اور آج ہی سے سورۂ ''قٓ'' سے حفظ کرنا شروع کرو اور کل فلاں وقت کو ایک منٹ کی تقدیم وتاخیر کے بغیر میرے پاس آنا، میں سن لوں گا۔ حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق بروز یکشنبہ بتاریخ ۲۸/۲/۱۴۰۴ھ مطابق ۴/۱۲/۱۹۸۳ء سورۂ ''قٓ'' سے احقر حفظِ قرآن میں مصروف ہوگیا، اور چند ہی دن کے بعد حضرت الاستاذ مولانا معراج الحق صاحبؒ کو اپنی اس نئی مصروفیت سے آگاہ کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی، انہوں نے خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے کامیابی کی دعا سے نوازا، اور نظام الاوقات کی پابندی اور مسلسل محنت کرنے کے ساتھ ساتھ حفظِ قرآن کی سہولت اور حافظہ کی قوت کے لیے ترمذی شریف کی ایک روایت میں بیان شدہ مسنون عمل کو اپنانے کی ترغیب بھی دی! روایت کا مفہوم وترجمہ پیش کیا جارہا ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: میرے باپ وماں آپ پر قربان! یہ قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے اور میں اُسے (یاد سے) پڑھ نہیں پاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن! کیا میں تمہیں کچھ ایسے کلمات نہ سکھلاؤں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائیں اور ان لوگوں کو بھی جن کو تم وہ کلمات سکھلاؤ، اور ان کلمات کی وجہ سے جو کچھ تم نے سیکھا ہے وہ تمہارے سینہ میں محفوظ رہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! مجھے وہ کلمات ضرور سکھا دیجئے، نبی ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کی رات آئے، تو اس رات کو اگر تم رات کی آخری تہائی میں اُٹھ سکو (تو بہت اچھا ہے) کیونکہ وہ ایسی گھڑی ہے جس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور اس گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے، اور میرے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے جو کہا تھا کہ میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا وہ اسی وقت کے لیے کہہ رہے تھے، اور اگر یہ تمہارے بس میں نہ ہو تو آدھی رات

میں اُٹھو، اور اگر یہ بات بھی تمہارے بس میں نہ ہو تو شروع رات میں کھڑے ہو جاؤ اور چار رکعتیں پڑھو، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور یٰسٓ پڑھو، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ’’حٰمٓ الدخان‘‘ پڑھو، تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ’’الٓمٓ تنزیل السجدة‘‘ پڑھو اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ ’’الملک‘‘ پڑھو، جب آپ تشہد سے فارغ ہو جائیں تو اللہ کی تعریف کریں اور بہترین تعریف کریں، اور مجھ پر درود بھیجیں اور بہترین درود بھیجیں، اور تمام انبیاء پر درود بھیجیں، اور استغفار کریں مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے اور اپنے ان تمام مؤمن بھائیوں کے لیے جو آپ سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، پھر یہ دعا پڑھیں:

’’ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِيْ أَبَدًا مَّا أَبْقَيْتَنِيْ وَارْحَمْنِيْ أَنْ أَتَکَلَّفَ مَا لَايَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظْرِ فِيْ مَا يُرْضِيْکَ عَنِّيْ، اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَاتُرَامُ أَسْأَلُکَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْهِکَ أَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِيْ ، وَارْزُقْنِيْ أَنْ أَتْلُوَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْکَ عَنِّيْ، اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَاتُرَامُ أَسْأَلُکَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْهِکَ أَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِيْ وَأَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِيْ وَأَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِيْ وَأَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِيْ وَأَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِيْ فَإِنَّهٗ لَايُعِيْنُنِيْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُکَ وَلَايُؤْتِيْهِ إِلَّا أَنْتَ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ .‘‘

اے ابو الحسن! آپ یہ کام تین یا پانچ یا سات جمعہ تک کریں، اللہ کے حکم سے آپ کی دعا قبول ہوگی، اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے، یہ عمل و دعا کسی مؤمن کے حق میں رائیگاں نہیں جائیں گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بخدا ابھی پانچ یا سات ہی جمعے گزرے ہوں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر ایسی ہی مجلس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ: اے اللہ کے رسول! میں اس سے پہلے چار کے آس پاس آیتیں یاد کرتا، پھر جب انہیں اپنے دل میں دہراتا تو وہ یکدم میرے سینے سے نکل جاتی تھیں، اور آج میں چالیس کے آس پاس آیتیں یاد کرتا ہوں اور جب انہیں اپنے دل میں دہراتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا قرآن میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں آپ کی حدیثیں سنتا تھا، پھر جب میں ان کو دہراتا تھا تو وہ یکدم میرے سینے سے نکل جاتی تھیں، اور اب میں حدیثیں سنتا ہوں، پھر جب میں ان کو بیان کرتا ہوں تو ان میں سے ایک حرف بھی کم نہیں کرتا! آپ ﷺ نے

ان سے فرمایا: اے ابوالحسن! تم ایماندار ہو ربِّ کعبہ کی قسم!'' (ترمذی شریف، ج:۲،ص:۱۹۷)

مذکورہ بالا حدیث کی سند پر اگرچہ بعض محدثین حضرات نے کلام کیا ہے، تاہم! خود حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، اوراسی طرح ''العَرفُ الشَّذِيّ'' میں محدّث العصرحضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ: ''اس روایت کی سند درست وصحیح ہے اور جو عمل اس میں بتایا گیا ہے وہ حفظِ قرآن وقوتِ حافظہ کے لیے مفید ہے۔'' اس کے علاوہ راقم الحروف یہ عرض کرتا ہے کہ مذکورہ روایت فضائل الاعمال کی روایات میں سے ایک روایت ہے، لہٰذا اگر اس کی سند میں کچھ کمزوری کو تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی اکثر محدِّثین کے نزدیک ایسی روایت پر عمل کرنا باعثِ اجر وبرکت وفائدہ ہے۔ احقر نے حفظِ قرآن پاک کے دوران جہاں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کی ہدایات پر عمل کرنے کے فوائد دیکھے، وہاں مذکورہ مسنون عمل کے فیوض وبرکات بھی محسوس کیے، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک سال تین مہینے کے اندر مذکورہ بالا مصروفیات کے باوجود حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کے پاس بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱/ ۶ / ۱۴۰۵ھ مطابق ۴/۳/ ۱۹۸۵ء حفظِ قرآن مکمل کیا۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مصروفیات کے باوجود مختصر وقت کے اندر مجھ جیسے سیاہ کار کا حفظِ قرآن کی دولت سے مالا مال ہونا اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت وتوفیق کے بغیر نہیں ہوسکتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ مجھے اس میں بھی کوئی تردُّد نہیں کہ اگر حضرت الاستاذ مفتی پالن پوری صاحب (اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت کی عظیم نعمتوں سے ان کو مالا مال فرمائے) کی خصوصی نگرانی اور مبارک توجہات ساتھ نہ ہوتیں تو ظاہری اسباب کے تحت مختلف مصروفیات کے باوجود بڑی عمر کے اندر میں اس عظیم نعمت کو حاصل نہیں کرسکتا تھا، اسی طرح مجھے اس اعتراف میں بھی کوئی تأمُّل نہیں کہ حضرت الاستاذ مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی (اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں ان کو درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے) نے جس مسنون علم کی طرف میری راہنمائی فرمائی تھی، اس کی برکات بھی شاملِ حال رہیں اور میں نے اس کی نورانیت وفائدہ محسوس کیا۔

حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ سے مختلف میدانوں میں استفادہ کرنے کے مواقع

دارالعلوم دیوبند سے احقر ابتداءً ایک طالبِ علم کی حیثیت سے، پھر مسجد دارالعلوم کے امام وخطیب کی حیثیت سے اور پھر مدرس کی حیثیت سے وابستہ رہا، ان تینوں حیثیات میں سے ہر ایک حیثیت کے حامل افراد کی کیا ذمہ داریاں بنتی ہیں؟ احقر نے اس سلسلہ میں جہاں دیگر اساتذۂ کرام سے ہدایات لی ہیں وہاں خصوصی طور پر حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے، اس لیے کہ ان کا طویل تجربہ، ان کا عزم وارادہ، ان کا طرزِ عمل اور ان کی عادات وخصائل مجھ

جیسے تہی دامنوں کے لیے مشعلِ راہ تھیں۔ وہ اسلاف واکابر دارالعلوم سے اپنے شاگردوں کو واقف ومتعارف کرانے کا بہترین اور قابلِ اعتماد ذریعہ تھے۔ احاطۂ دارالعلوم میں ایک طویل مدّت تک تدریسی وانتظامی اُمور سے وابستہ رہنے کی بنیاد پر ان کو ہرمیدان میں تجربہ حاصل تھا۔ احقر نے جن جن امور ومعاملات میں ان سے استفادہ کیا ہے ان کی تفصیلات کے لیے تو مستقل کتاب کی ضرورت ہے، تاہم! اس مختصر مضمون میں اجمالاً ان امور کو قلمبند کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

طالبِ علم کی علمی وعملی ترقی کے اسباب کیا ہیں؟ امام وخطیب کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور اس کو کن کن آداب کا حامل ہونا چاہیے؟ مدرس کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ اور دیگر مدرسین، اربابِ انتظام اور طلبہ کے ساتھ ہر طبقے کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے اس کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟ اگر دین کی خدمت میں لگا ہوا شخص حاسدین کے حسد وایذارسانی کا شکار ہوجائے تو اسے گھبرانے کے بجائے کیا طریقہ اپنانا چاہیے؟ اسی طرح اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور اصول وضوابط کی پابندی اور حالات وزمانہ کے تغیرات کے باوجود اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ثابت قدم رہنا دین کے ایک خادم کے لیے کتنا اہم ہے؟ مذکورہ تمام سوالات کے اطمینان بخش جوابات حضرت والا کے پاس موجود تھے اور احقر کو ان تمام میدانوں میں ان سے استفادہ کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا معراج الحق صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ سے صحت وتندرستی کے اصول وقواعد سے متعلق جن کے وہ خود بھی پابند تھے احقر نے کافی استفادہ کیا ہے، وہ کھانے پینے میں خود بھی محتاط اور متعلقین کو بھی محتاط رہنے کی تلقین فرماتے، اور سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا حوالہ دیتے: ’’وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا ‘‘ (اور کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو)، روزانہ نظم وترتیب کے ساتھ چہل قدمی کرنا ان کے معمولات میں سے ایک اہم معمول تھا، اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان: ’’فَإِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا ‘‘ (پس بے شک تیرے جسم کا تیرے اوپر حق ہے) کے مطابق صحت وتندرستی کے اصول کی پابندی کو ضروری اور باعثِ اجروثواب سمجھتے تھے۔ انگریزی دواؤں کے استعمال سے خود بھی اجتناب فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں اور متعلقین کو بھی ان کے استعمال سے دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ احقر کو تادمِ تحریر اللہ تعالیٰ نے آج کل کے ماحول میں پھیلی ہوئی اکثر جسمانی بیماریوں سے جو محفوظ رکھا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم کے بعد ظاہری اسباب کے تحت حضرت مولانا معراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیمتی ہدایات اور بابرکت نصائح کا بڑا دخل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجھے مختلف میدانوں میں حضرت الاستاذ مولانا معراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

خصوصی استفادہ کرنے کا موقع ملا، میں اس بات کا تو معترف ہوں کہ اپنی غفلتوں کی وجہ سے اگرچہ ان کی ہدایات کی مکمل پابندی نہ کرسکا، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کی پراثر نصائح کی برکات اپنی زندگی کے ہر ہر پہلو میں آج تک محسوس کررہا ہوں اور اپنے دروس وبیانات میں عزیز طلبہ اور عام مسلمان بھائیوں کے فائدے کی خاطر حضرت الاستاذؒ کی نصیحتوں کا حوالہ دیتا رہتا ہوں اور ان کے حق میں غائبانہ دعائیں کرتا اور کراتا رہتا ہوں۔

خواب میں حضرت مولانا معراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

حضرت الاستاذ مولانا معراج الحق صاحبؒ کے حقوق واحسانات کو یاد کرتے ہوئے جب احقر نے ان سے متعلق مضمون لکھنے کا ارادہ کیا اور اپنی ڈائریوں، اپنے حافظہ اور دل ودماغ کے گوشوں میں محفوظ یادداشتوں کو ترتیب دینے لگا، اسی دوران ایک دفعہ خواب میں ان کی ایک ایسی حالت میں زیارت نصیب ہوئی جس سے مجھے بے حد مسرت ہوئی اور اس امید میں مزید پختگی پیدا ہوگئی کہ ان شاء اللہ! وہ عالمِ برزخ میں خوش وخرم ہوکر اپنے اعمالِ صالحہ کے ثمرات سے خوب مستفید ہورہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی قبر کو ان کے لیے جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنادیا ہوگا۔ خواب میں احقر نے یہ دیکھا:

''ایک عام راستہ میں حضرت والا سے ایسی حالت میں احقر کا اچانک سامنا ہوتا ہے کہ وہ جوانوں کی طرح چل رہے ہوتے ہیں اور جسم بالکل تندرست اور چمکتے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ اور خوشی کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں، صاف ستھرے سفید لباس میں ملبوس اور سر پر سفید عمامہ ہوتا ہے (واضح رہے! حضرت والا اپنی زندگی میں عمامہ باندھنے کے عادی نہیں تھے، بلکہ دوپلی ٹوپی استعمال کرتے تھے) حضرت والا کو دیکھ کر میں انہیں سلام کرتے ہوئے معانقہ کرتا ہوں، وہ مجھے اپنے سینے سے لگا لیتے ہیں، میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت والا! آپ کی صحت ماشاء اللہ! بہت اچھی لگ رہی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آپ لوگوں کی غائبانہ دعائیں شامل حال رہیں گی تو میری صحت کیوں اچھی نہیں ہوگی!؟۔''

حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ کا وصال اور ان کے شاگردوں پر عائد ایک ذمہ داری

حضرت الاستاذ مولانا معراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دارِ فانی میں تقریباً اکیاسی سالہ زندگی بسر کرکے بروز یکشنبہ بتاریخ ۷/۲/۱۴۱۲ھ مطابق ۱۸/۸/۱۹۹۱ء دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ان کی رہائش کے لیے مہیا کیے گئے اس کمرہ میں جہاں وہ سالوں سال تک مقیم رہے داعیِ اجل کو لبیک کہا

اور احاطۂ دارالعلوم میں ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جس میں ہزاروں کی تعداد میں دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ اور آس پاس کے رہنے والے عام مسلمانوں نے شرکت کی۔ نمازِ جنازہ کے بعد ان کے جسدِ مبارک کو مزارِ قاسمی میں اپنے اکابرین کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا، رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت الاستاذ نے اپنے پیچھے نسبی اولاد میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، کیونکہ یکسوئی کے ساتھ دین کی خدمت کرتے ہوئے آپ نے تجرُّد کی زندگی کو ترجیح دی تھی، تاہم! نصف صدی تک دارالعلوم دیوبند کی خدمت کرتے ہوئے انہوں نے بے شمار روحانی اولاد اور شاگرد تیار کیے۔ نسبی رشتہ داروں میں سے ان کے دو بھائی تادمِ تحریر (ماہِ صفر ۱۴۴۱ھ تک) الحمد للہ بقیدِ حیات اور کراچی میں مقیم ہیں۔ ایک جناب محترم نسیم الحق صدیقی صاحب جن کی عمر تقریباً نوے سال ہے اور نارتھ ناظم آباد کراچی میں مقیم ہیں، دوسرے جناب محترم شمس الحق صدیقی صاحب جن کی عمر تقریباً اکیاسی سال ہے اور گلشن اقبال کراچی میں مقیم ہیں۔ ان کو دیکھ کر حضرت الاستاذ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ ان دونوں کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ کی زندگی دارالعلوم دیوبند کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ مدارسِ دینیہ کے موجودہ ماحول میں ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور ان کے فرمودات سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے، اور آئندہ شاید اس سے بھی زیادہ ضرورت محسوس ہوگی۔ انہوں نے اپنے پیچھے نسبی اولاد نہیں چھوڑی جو ایک عام روایت کے مطابق ان کی مفصّل ومنظّم سوانح لکھنے کا انتظام کرتی یا سیمیناروں کے ذریعے ان کی زندگی اور عادات وخصائل کو اجاگر کرتی، لہٰذا! ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ جس ہستی نے اپنی زندگی ان کی تعلیم وتربیت اور ان کی مادرِ علمی کی خدمت میں صرف کردی، وہ بھی ان کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے ان کی وفات کے بعد ان کی یادوں، ان کی زندگی کے مختلف مفید پہلوؤں اور ان کے فرموداتِ عالیہ اور عاداتِ طیبہ کو اپنی زبان وقلم کے ذریعے اجاگر کرنے کی کوشش کریں، تاکہ ایک طرف موجودہ عصر کے اساتذۂ کرام، اربابِ انتظام، طلبۂ عزیز اور عامۃ المسلمین ان کی زندگی سے راہنمائی لیتے ہوئے دارَین کی ترقی حاصل کریں اور دوسری طرف خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ان کی سیرتِ طیبہ کے احیاء کے ذریعے غائبانہ دعاؤں اور صدقۂ جاریہ کا ایک سلسلہ قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ مولانا معراج الحق صاحب صدیقی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین! (انتہیٰ)